© rasailojaraid.com



# تدوین حدیث

## محاضرۂ چہارم

(حضرت مولانا سید مناظر احسن صاحب گیلانی صدر شعبۂ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن)

(۸)

میرے خیال میں حضرت ابوبکرؓ کے یہ الفاظ معمولی الفاظ نہیں ہیں، بلکہ ناگزیر قدرتی اختلافات کو ذریعہ بنا کر مسلمانوں میں ارادی و اختیاری مخالفتوں کے طوفان جو اٹھائے گئے ان ہی اختلافات کی طویل تاریخ میں یوں سمجھنا چاہئے کہ یہ دوسرا حادثہ تھا جس سے مسلمان دوچار ہوئے تھے۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ پہلا حادثہ تو اس سلسلہ کا وہی تھا جو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہی قرآن کے قرأتی اختلافات سے قریب تھا کہ پھوٹ پڑے، اور قریب تھا کیا معنی؟ جن واقعات کا ذکر کر چکا ہوں، ان کو دیکھتے ہوئے تو کہا جا سکتا ہے کہ فتنہ کی آگ بھڑک چکی تھی، اور آپ نے دیکھا کتنی بڑی بڑی ہستیاں اس مغالطے کی شکار ہو چکی تھیں، بلکہ بعضوں کا تو ایمان ہی خطرے میں آچکا تھا، وہ تو نبوت کا مبارک عہد تھا، سر اٹھانے کے ساتھ ہی نبوت کی طاقت سے فساد کے شعلوں کو دبا دیا گیا میں تو سمجھتا ہوں کہ

| | |
|---|---|
| انزل القرآن علی سبعۃ احرف | اتارا گیا ہے قرآن سات حرفوں پر نہیں ہے ان |
| لیس منہا الاشاف کاف | حروف میں کوئی حرف مگر سب کے سب شفا |
| (مشکوٰۃ بحوالہ ابوداؤد مسند والنسائی) | بخش اور کافی ہیں۔ |

کے مسلسل اعلانات کے ساتھ ساتھ عملی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم قرأتِ قرآن کے قدرتی اختلافات کی برداشت کرنے کی صلاحیت وعادت صحابہ میں اگر پیدا نہ کر دیتے، تو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مسلمانوں کی ارادی مخالفتوں کی تاریخ میں سب سے زیادہ اہمیت شاید یہی اختلاف حاصل کر لیتا کیوں کہ براہ راست اس کا تعلق قرآن سے تھا، جھگڑالو اختلاف پسند طبائع کے لئے قرآن کا لفظ ایک ایسی طاقت کی حیثیت رکھتا تھا کہ چاہنے والے جتنا چاہتے اسے بڑھا سکتے تھے، لیکن فتنہ کی اس آگ کو چوں کہ ابتدا ہی میں نبوت کی قوت بجھا چکی تھی کریدنے والوں نے گو پچھلی صدیوں میں کرید کرید کر اس کو بھڑکانے کی کوششیں کیں لیکن رائے عامہ نے ان اغوائی کوششوں کی طرف کبھی توجہ نہ کی، کم از کم میں نہیں جانتا کہ قرآتِ قرآن کے قدرتی اختلافات نے کسی اسلامی ملک میں کسی زمانے میں کسی اجتماعی فتنہ کی شکل اختیار کی ہو[1]۔

[1] بہ ظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس قرآتی اختلاف کے مذکورہ بالا حادثہ کے بعد شاد و چاہنے والوں نے اس سلسلہ میں کمی کیا کی؟ جن لوگوں نے قرآنی الفاظ کے خاص تلفظ اور خاص لہجوں کی مشق کو اپنا پیشہ بنا لیا ہے، اور "القرا" کا لفظ جو اسلام کی ابتدائی صدیوں میں عام علماء کے مفہوم کو ادا کرتا تھا، بہ تدریج عام علماء سے ہٹتے ہوئے خاص ان ہی پیشہ وروں کے لئے مختص ہو گیا، یعنی خاص تلفظ اور خاص لہجہ میں قرآن پڑھنے کی مشق جن لوگوں نے حاصل کی ہے ان ہی کا نام "قرار" ہو گیا خواہ اس مشق کے سوا اسلامی علوم میں سے کسی علم کا ایک حرف بھی ان کو نہ آتا ہو اس میں شک نہیں کہ عرب جس طریقہ سے عربی الفاظ کا تلفظ کرتے ہیں، اسی تلفظ کے ساتھ قرآنی الفاظ کو ادا کرنا ایک اچھی بات ہے اور میرے نزدیک تو ایسے لہجہ میں قرآن کا پڑھنا جس سے اس کی تاثیری کیفیت میں اضافہ بھی ہو، یہ بھی کوئی بری بات نہیں ہے اگرچہ بعض لوگوں کو اس سے اختلاف ہے، بہر حال بجائے خود تلفظ اور لہجہ کے متعلق "القرار" کی کوششیں محمود کوششیں ہیں۔ لیکن یہ کتنی بڑی دیدہ دلیری ہے کہ جس پر قرآن نازل ہوا، اس نے تو قولاً و فعلاً بار بار اس پر اصرار کیا کہ تلفظ کے قدرتی اختلافات کو ارادی مخالفتوں کا ذریعہ نہ بنایا جائے اور جس سے جس طرح بن آتے اسی طرح قرآن پڑھنے کی اسے اجازت دی جائے۔ عربی لہجہ یا تلفظ میں قرآن پڑھنے والوں کو ان بے چاروں کے تلفظ اور لہجہ کو برداشت کرنا چاہیئے جو خالص عربی تلفظ کے ساتھ قرآنی الفاظ کو ادا نہیں کر سکتے ہیں حضرت جابر بن عبداللہ سے ابوداؤد وغیرہ صحاح کی کتابوں میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ہم لوگ قرآن پڑھ رہے تھے وفینا الاعرابی والاعجمی یعنی ان پڑھنے والوں میں بعض لوگ عربی (عرب کے باشندے) تھے اور بعض عجمی (غیر عربی ممالک) کے بھی لوگ تھے آگے ہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو خطاب کر کے فرمایا" اقرءوا فکل حسن " پڑھے جاؤ سب ٹھیک ہے، صحاح ہی کی مختلف

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



مسلمانوں کی ارادی مخالفتوں کی تاریخ میں یہ دوسرا حادثہ تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلافتِ صدیقی کے زمانہ میں رونما ہوا جیسا کہ صدیق اکبرؓ کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ باہمی مخالفت کی اس شکل نے ان ہی حدیثوں کی راہ سے سر اٹھایا تھا جن کا علم کئی ہزار صحابہ میں بکھرا ہوا تھا، اور جیسا کہ عرض کیا گیا ان حدیثوں کے پہنچانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو خاص طریقہ اختیار کیا تھا، یہ اس کا لازمی نتیجہ تھا یعنی عام طور پر ان حدیثوں کے متعلقہ معلومات کے علم میں لوگوں کی حالت متفاوت اور مختلف تھی اختیار تو کیا گیا تھا یہ طریقہ اس لئے کہ مسلمانوں کی زندگی میں اس سے سہولت پیدا ہوگی پڑھنے والوں کے لئے بڑھنے کی راہیں کھلی رکھی گئی تھیں لیکن اسی کے ساتھ محروم ہونے سے ان لوگوں کو بچا لینا مقصود

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ) کتابوں مثلاً ترمذی میں ہے کہ اس کی بشارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خدا کی طرف سے جو ملی کہ قرآن سات حرفوں میں نازل ہوا ہے اور سب کافی اور شفا بخش ہے تو بارگاہِ الٰہی میں یا اس درخواست کے جواب میں بشارت ملی تھی جو حضور نے یہ کہتے ہوئے پیش کی کہ میری امت میں بوڑھے مرد بھی ہیں بوڑھی عورتیں بھی ہیں جوان لڑکے اور لڑکیاں بھی ہیں اور ایسے لوگ بھی ہیں کہ لم یقرأ کتاباً جس نے کوئی کتاب نہیں پڑھی یعنی ناخواندہ لوگ بھی ہیں میں پوچھتا ہوں کہ ایسی صورت میں ایک عجمی مسلمان پر اس لئے طعن کرنا کہ وہ بیچارا ضاد کے حرف کو اس مخرج سے ادا کرنے پر قادر نہیں ہے جس سے عرب اس لفظ کو نکالتے ہیں، کس حد تک صحیح ہو سکتا ہے السیوطی نے اتقان میں امام ابوشامہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ بعض کم علم لوگوں نے پھیلا دیا ہے کہ حدیث میں "سبعۃ احرف" کے الفاظ جو آئے ہیں ان سے مراد قرأت کے مشہور سات مکاتب ہیں، انھوں نے بعض لوگوں کی اس جرأت کی شکایت کی ہے جو کہتے ہیں کہ "مقررہ" قرأت کے طریقوں سے جو قرآن نہیں پڑھتا وہ خطاکار ہے بلکہ بعضوں نے تو کفر تک کا فتویٰ صادر کر دیا دیکھو اتقان ص ۱۳۲۔ پھر بھی بیچارے عام طور پر بحمد اللہ مسلمانوں پر پیغمبر کی تعلیم ہی کا یہ اثر ہے کہ ان پیشہ ور قاریوں نے جیسا کہ آپ نے دیکھا کفر تک بات پہنچائی ہے لیکن محض اس لئے کہ ان کے طریقے سے قرآن پڑھنا چونکہ نہیں آتا اس لئے قرآن کی تلاوت کسی نے ترک نہیں کی ہے میرا خیال ہے کہ وقت اور موقع ہو تو پیشہ ور قاریوں سے آدمی مزید مشورہ لے لے لیکن قرآن کی تلاوت کو ان کے مشورے پر موقوف نہ رکھے۔



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



تھا جو آگے بڑھنے کی ہمت اور حوصلہ نہیں رکھتے۔

مگر جیسا کہ میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ اس قسم کی حدیثوں کا یا اختلاف اور تفرقے کے جس دروازے کو قیامت تک پیش آنے والی دینی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے کھلا رکھا گیا تھا جس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ ہر شخص کا شرعی کلیات و نصوص کی روشنی میں ایک ہی نتیجہ تک پہنچنا ضروری نہ تھا ناگزیر اختلافات کی یہ دونوں شکلیں ایسی تھیں کہ ہلکی سی لغزش سے یہ آتش فشاں پہاڑوں کی شکل اختیار کر سکتے تھے۔

ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان اس کی ایک تاریخی شہادت ہے کہ سابق الذکر یعنی حدیثوں والے اختلاف سے ارادی مخالفت کی پیدائش کا سلسلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد ہی ان کے زمانہ میں شروع ہو چکا تھا۔ اسی لئے "تدوین حدیث" کی تاریخ میں ان کی تمہیدی تقریر کے ان الفاظ کو ایک خطرناک منزل کا نشان سمجھتا ہوں ظاہر ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبتِ طیبہ میں جن بزرگوں کی تربیت ہوئی تھی خصوصاً قرآنی قرأت کے اختلافات کے ذریعہ سے اس قسم کے اختلافات کی برداشت کرنے کی صلاحیت جن لوگوں میں آپ پیدا کر چکے تھے جب ان ہی میں حدیثوں کے اس اختلاف نے یہ رنگ اختیار کرنا شروع کیا تھا تو آئندہ اختلاف کی اس شکل میں کتنی شدت پیدا ہو جائے گی، حضرت ابوبکر سے زیادہ اس کی پیش بینی اور کون کر سکتا تھا، انھوں نے اس کی اہمیت کا اندازہ کیا اسی لئے باضابطہ صحابہ کی ایک مجلس کو انھوں نے مدعو کیا ان کی پیش بینی نے جس خطرے کو ان کے سامنے بے نقاب کیا تھا مجلس کے سامنے اسی کو واضح کرتے ہوئے اس خطرے کے انسداد کی جو تدبیر ان کی سمجھ میں آئی تھی، اسی کو ایک تجویز کی شکل میں ان لوگوں کے سامنے آپ نے رکھا میں سمجھتا ہوں کہ ان کی تمہیدی تقریر کے مطلب کو سمجھ لینے کے بعد ان کی انسدادی تدبیر کے سمجھنے میں کوئی دشواری باقی نہیں رہتی، کیوں کہ جس خطرے کے پیش آجانے کی اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکرؓ دے رہے ہیں اس خطرے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے تاریخ کے مختلف ادوار میں مسلمانوں کو وقتاً فوقتاً دوچار ہونا پڑا ہے، حتیٰ کہ ابھی کچھ دن پہلے اسی سرزمین ہند میں مسلمانوں کی حکومت کا اقتدار جس وقت ختم ہوا خواہ بجائے خود اسلام و اسلامی قوانین سے اس حکومت کے تعلق کی نوعیت کچھ بھی ہو لیکن اتنا تو بہرحال ہر شخص محسوس کرتا تھا کہ کسی نئی بات کو چھیڑ کر مسلمانوں میں اختلاف و افتراق کی آگ کا بھڑکانا آسان نہیں ہے لیکن حکومت کے اس دباؤ کے ختم ہونے کے ساتھ ہی جائز یا ناجائز مزاحمتوں کا اندیشہ دلوں سے نکل گیا۔ اور خواہ نیک نیتی سے ہو یا بدنیتی سے طرح طرح کے مشورے مسلمانوں کو ملنے لگے اسی سلسلہ میں جو کچھ ہوا، یا ہو رہا ہے یہاں سب سے مجھے بحث نہیں ہے، بلکہ ان احباب سے معافی چاہتے ہوئے جن کے دل کے آبگینوں کو ٹھیس لگاتے ہوئے مجھے خود تکلیف محسوس ہو رہی ہے مگر کیا کروں، واقعہ کے اظہار کے بغیر شاید صحیح طور پر میں اس چیز کے سمجھانے میں کامیاب بھی نہیں ہو سکتا جس کے سمجھانے کے لئے اس تازہ تاریخی مثال کا میں نے انتخاب کیا ہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس تاریخی مثال کے جو اعاظم رجال و اکابر ابطال تھے اب وہ بے چارے تو دنیا میں موجود بھی نہیں ہیں، پھر بھی بچے کھچے ان کے نام لیواؤں کا خیال آہی جاتا ہے، جو اپنے گذرے ہوئے ان ہی بزرگوں کے نشان سر مزار کی حیثیت سے اس طویل و عریض ملک کے بعض گوشوں میں زندگی کے دن پورے کر رہے ہیں، اب کچھ بھی ہو کہنا یہ چاہتا ہوں کہ احیاء سنت و قمع بدعت اور خدا جانے کن کن الفاظ کن کن ارادوں کن کن نیتوں کے ساتھ کچھ دن پہلے اسی ملک ہندوستان میں اٹھنے والے یہ کہتے ہوئے جو اٹھے تھے کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی دینی زندگی جس کے صدیوں سے وہ پابند چلے آرہے ہیں غیر مسنون زندگی ہے، پھر اس غیر مسنون زندگی کو مسنون زندگی بنانے کے لئے اسی خبر الواحد، یا خبر الواحد بعد الواحد والی حدیثوں کے ذخیروں سے ان بزرگوں نے چن چن کر ان ہی حدیثوں کا انتخاب کیا جو ابتدا اسلام ہی سے ناگزیر قدرتی اختلافات کے رنگ سے رنگین تھے، وہ خود بھی جانتے تھے یا ان کو جاننا چاہئے تھا کہ اختلافات کی یہ صورت کوئی نئی بات نہیں ہے، نیز

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اٹھا کرنے والے ہر زمانہ میں جیسے مسلمانوں کو اٹھا کرتے چلے آئے تھے ہندوستانی مسلمانوں پر بھی جہاں تک میں جانتا ہوں کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا تھا جس میں ان کو چونکانے والے یہ کہہ کہہ کر نہ چونکاتے رہے ہوں کہ ان اختلافات کی حیثیت وہ حیثیت نہیں ہے جو کفر و اسلام بلکہ طاعت و عصیان کے اختلافات کی ہوتی ہے خود حضرت شاہ ولی اللہ نور اللہ ضریحہٗ جن کی طرف منسوب کرنے والے یہ چاہتے ہیں کہ اس غلط تحریک کی قیادت اور اولیت کو منسوب کر دیں وہی ایک جگہ نہیں بلکہ اپنی مختلف کتابوں میں صاف صاف لفظوں میں یہ اعلان کر چکے تھے کہ ان اختلافات کی ہر صورت اور ہر شکل صحیح اور درست ہے صرف ان ہی مسائل اور نتائج کی حد تک شاہ صاحب کا یہ فیصلہ محدود نہ تھا، جن کا تعلق تفقہ اور اجتہاد سے تھا میں نے اپنی کتاب "تدوین فقہ" میں فقہی و اجتہادی اختلافات کے متعلق شاہ صاحب کے اقوال مختلف کتابوں سے نقل کر کے ایک جگہ جمع کر دئے ہیں، اور صحیح محل ان کے ذکر کا وہی کتاب تھی بھی، بہرحال ان ہی اجتہادی مسائل کی حد تک نہیں بلکہ خبر احاد والی حدیثوں کی بنیاد پر جو اختلافات پیدا ہو گئے ہیں، ان کے متعلق بھی شاہ ولی اللہ اس قسم کی عبارتیں چھوڑ کر دنیا سے زیادہ دن نہیں ہوئے تھے کہ روانہ ہوئے تھے مجھے خیال آتا ہے کہ اسی کتاب میں کسی موقع پر شاہ صاحب کے اس قول کو ان کی کتاب الانصاف سے میں نقل کر چکا ہوں جس کا حاصل یہ ہو کہ

"ایسے اختلافی مسائل جن میں صحابہ کے اقوال ہر پہلو کی تائید میں ملتے ہیں مثلاً عیدین و تشریق کی تکبیریں محرم کا دبحالت احرام حج) نکاح کرنے کا حکم، یا تشہد (التحیات) کے کلمات جو ابن مسعودؓ اور ابن عباسؓ کی طرف منسوب ہیں یا آمین یا بسم اللہ کو آہستہ یا زور سے پکار کر کہنا یا نماز کی اقامت میں بجائے دو دو دفعہ کے ایک ایک دفعہ اقامت کے کلمات کو ادا کرنا یہ اور اس قسم کی ساری باتوں میں اختلاف کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان میں سے کوئی صورت یہ سمجھی جاتی ہے کہ شریعت کے مطابق ہے اور اس کی مخالف شکل غیر شرعی شکل ہے بلکہ سلف کا اختلاف اگر تھا بھی تو اس میں تھا کہ ان دو مختلف صورتوں میں اولیٰ اور بہتر شکل کیا ہے ورنہ دونوں شکلوں کو شرعی شکل قرار دینے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



پر سب ہی متفق تھے۔ (الانصاف ص۸)

اسی موقعہ پر شاہ صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ یہی وجہ تو ہے کہ ہر مسلک کے فقیہوں کے فتووں اور ہر مسلک کے قاضیوں کے فیصلوں کی سب ہی تصحیح کرتے ہیں، بہ ضرورت ایک امام کے مسلک کو ترک کر کے دوسرے امام کے مسلک کے اختیار کرنے کی مسلمانوں کو جو اجازت دی گئی ہے تو اس کی وجہ اس کے سوا اور کیا ہے کہ فقہ کے سارے اختلافی مسائل کے متعلق یہ سمجھا جاتا ہے کہ شریعت کے دائرہ سے کوئی باہر نہیں ہے۔

اور ایک شاہ ولی اللہ صاحب کیا؟ اسلام کے جلیل القدر ائمہ ابو حنیفہ، مالک، شافعی امام احمد بن حنبل ان سارے بزرگوں کے اقوال اسی نقطۂ نظر کی تائید میں کتابوں میں موجود ہیں ان ائمہ سے پہلے تبع تابعین تابعین بھی ہمیشہ مسلمانوں کو یہی سمجھاتے رہے چونکہ زیادہ تر ان اقوال کا تعلق ان اختلافات سے ہے جن کا اجتہاد و تفقہ کے نتائج سے تعلق ہے اس لئے بجائے تدوین حدیث کے جیسا کہ میں نے عرض کیا ان کے ذکر کا موزوں مقام دہی کتاب تھی۔ لیکن خبر آحاد کی حدیثوں سے اختلافات کے متعلق یہی شاہ ولی اللہ تنہا آدمی نہیں ہیں ان سے پہلے بھی علماء اور ائمہ نے اسی نقطۂ نظر کا اظہار ان اختلافات کے متعلق کیا ہے۔ یعنی زیادہ سے زیادہ ان کا مطلب یہ ہے کہ ان مسائل میں بہتر شکل کیا ہے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے زیادہ مطابق صورت اس مسئلہ میں کیا ہو سکتی ہے؟ ابو بکر الجصاص نے خبر الواحد بجا الواحد کے اختلافات کا تذکرہ کر کے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ ان حدیثوں کی بنیاد پر مسائل کی جتنی شکلیں پیدا ہوتی ہیں۔

"مسلمانوں کو اختیار دیا گیا ہے کہ ان میں جس شکل کو چاہیں اختیار کریں فقہا اور ائمہ میں یہ اختلاف صرف اس میں ہے کہ ان شکلوں میں افضل و بہتر شکل کیا ہے (تفسیر جصاص جلد ۱ ص۱۰)"

بلکہ الجصاص ہی اور ان کے سوا معتبر علماء کا ایک گروہ وہ بھی ہے جو خبر آحاد کی ان اختلافی روایتوں کے متعلق ایک خیال یہ بھی رکھتا ہے کہ



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



"مختلف روایتوں کا یہ مطلب سمجھا جائے گا کہ یہ بتانے کے لئے کہ مسلمان ان شکلوں اور پہلوؤں میں سے جس شکل اور جس پہلو کو چاہیں اختیار کریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کرکے دکھایا ہو تاکہ معلوم رہے کہ ساری صورتیں جائز ہیں (تفسیر جصاص ص۲۵۲ ج ۱)

ائمہ میں امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا رجحان ان اختلافی آثار و روایات کے متعلق زیادہ تر یہی تھا جس کی تفصیل تدوین فقہ میں ملے گی کیونکہ امام کی اہمیت فقہ کے باب میں زیادہ تر ان کے اسی رجحان کی وجہ سے ہے)

یہی نہیں بلکہ براہ راست جن لوگوں کی دینی و علمی تربیت صحابہ کرام کے زیر سایہ ہوئی تھی اپنے زمانہ میں ان کی طرف سے بھی بار بار اسی نقطۂ نظر کا اعلان ہوتا رہا، ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی محمد بن ابی بکر کے صاحبزادے قاسم بن محمد کا شمار مدینہ منورہ کے فقہاء سبعہ میں ہے وہ بچپن ہی میں اپنی پھوپھی ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے آغوشِ تربیت میں یتیم ہو جانے کی وجہ سے آگئے تھے اجتہادی مسائل کے اختلافات کے متعلق ان کے اور عمر بن عبدالعزیز کے جو اقوال کتابوں میں پائے جاتے ہیں ان دونوں حضرات میں جو گفتگو ان اختلافات کے متعلق ہوئی اور آخر میں دونوں نے ان اختلافات کے ہر پہلو کے جواز پر جو اتفاق فرمایا، بقدر ضرورت ان سارے قصوں کو اپنی کتاب "تدوین فقہ" میں نسبتاً زیادہ تفصیل سے میں نے بیان کیا ہے۔[1]

یہی نہیں کہ صرف اجتہادی و فقہی نتائج ہی کی حد تک ان بزرگوں کا یہی نقطۂ نظر تھا بلکہ خبر آحاد والی حدیثیں

---

[1] حافظ ابو عمر و بن عبدالبر نے اپنی متصل سند کے ساتھ عبداللہ بن حنبل کے حوالے سے یہ قصہ نقل کیا ہے کہ عمر بن عبدالعزیز خلیفہ اور قاسم بن محمد دونوں حضرات جمع ہوئے اور حدیثوں کا تذکرہ شروع ہوا۔ عمر بن عبدالعزیز کو دیکھا جاتا تھا کہ قاسم جس حدیث کا تذکرہ کرتے عمر بن عبدالعزیز اس کے مقابلہ میں ایسی روایت پیش کر دیتے جس کا مفہوم قاسم کی پیش کردہ روایت کے خلاف ہوتا آخر دیر تک جب گفتگو اسی رنگ میں ہوتی رہی تو عمر بن عبدالعزیز نے محسوس کیا کہ قاسم بن محمد کے طرز عمل سے کچھ گرانی محسوس کر رہے ہیں یہ دیکھ کر عمر بن عبدالعزیز نے قاسم سے کہا ضرور کہ اب اس کی گرانی کیوں محسوس کر رہے ہیں، کہ میں جوان کا خیال تھا اس مسئلہ میں اس کو ظاہر فرمانے لگے۔ "صحابہ کی روایتوں میں جو اختلافات پائے جاتے ہیں، میں یہ کہتا ہوں کہ ان اختلافات کے

(بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



سے جو اختلافات پیدا ہوئے ہیں ان کے متعلق بھی اس کا اندازہ حافظ ابو عمر بن عبد البر کی اس روایت سے ہو سکتا ہے جس کا ذکر اپنی کتاب جامع بیان العلم میں متصل سند کے ساتھ انھوں نے کیا ہے یعنی اسامہ بن زید کہتے ہیں

سألت القاسم بن محمد عن القراة خلف الامام فيما لم يجهر فيه فقال ان قرأت فلك في رجال من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اسوة واذا لم تقرء فلك في رجال من اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم اسوة (جامع ص ۲ ج ۲)

میں نے قاسم بن محمد سے پوچھا کہ جن فرض نمازوں میں زور سے قرأت نہیں کی جاتی ان میں پیچھے پڑھنے کا (یعنی سورۃ فاتحہ کے پڑھنے) کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے اس پر قاسم بن محمد نے فرمایا کہ اگر تم پڑھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں تمہارے لئے نمونہ ہے اور نہ پڑھو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں بھی تمہارے لئے نمونہ ہے۔

جاننے والے جانتے ہیں کہ امام کے پیچھے مقتدیوں کی قراۃ کے مسئلہ میں جو اختلافات ہیں ان اختلافات کا تعلق تفقہ و اجتہاد سے نہیں بلکہ خبر آحاد کی حدیثوں کے اسی ذخیرے سے ہے

---

(بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ)
معاوضہ میں سرخ اونٹوں سے میں اتنا خوش نہیں ہو سکتا جتنا کہ ان اختلافی روایات سے خوش ہوں۔ "سرخ اونٹ" ایک عربی محاورہ تھا انمول جس کی قیمت کا مقابلہ کوئی دوسری چیز نہ کر سکے اسے عرب "سرخ اونٹ" کہتے تھے کیونکہ سرخ اونٹ سے زیادہ قیمتی چیز عربوں کے نگاہ میں کوئی دوسری چیز نہ تھی بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ عمر بن عبد العزیز کی اسی گفتگو ہی کا شاید نتیجہ تھا کہ بعد کو قاسم بن محمد مختلف جلسوں میں اس کا اظہار کرتے کہ

عمر بن عبد العزیز کی یہ بات مجھے بہت پسند آئی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابیوں میں روایات کا اختلاف اگر نہ ہوتا تو میرے نزدیک یہ کوئی خوشگوار بات نہ ہوتی۔ آج ان ہی اختلافات کا نتیجہ ہے کہ لوگ اس تنگی میں نہیں ہیں جو ایک ہی قول یا روایت کی وجہ سے پیدا ہو جاتی اب تو آزادی ہے ان بزرگوں کے مختلف اقوال میں سے جس قول پر بھی عمل میسر آجائے وہ کامیاب ہے جامع بیان العلم



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



جس میں امام کے پیچھے پڑھنے اور نہ پڑھنے دونوں طرح کی ایسی حدیثیں ملتی ہیں جنہیں روایت کرنے والوں نے قولاً و فعلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کیا ہے، بلکہ اگر میں یہ دعویٰ کروں تو اس کی مشکل ہی سے تردید ہو سکتی ہے کہ خبر آحاد کی روایتوں سے جتنے اختلافات پیدا ہوئے ہیں، ان میں قرأت خلف الامام کا مسئلہ غالباً سب سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے نہ صرف پچھلی صدیوں میں بلکہ عہد صحابہ میں بھی معلوم ہوتا ہے کہ خصوصی طور پر بحث و تحیص کا مرکز یہ مسئلہ بنا ہوا تھا مگر اس سلسلہ میں ایسے شدید اختلافیات کے متعلق بھی ہمارے پاس اتنا واضح اور صاف تاریخی فیصلہ جب موجود ہے تو نسبتاً ان ہی حدیثوں کی بنیاد پر جن اختلافات کی اہمیت بہت کم ہے ان کے متعلق کون کہہ سکتا ہے کہ حدیثوں ہی کی بنیاد پر سہی، جو اختلافات پائے جاتے ہیں ان کی نوعیت ایسے حلال و حرام امور کی ہے جن پر حرمت و حلت کا حکم شریعت کے اس حصہ کے نصوص پر مبنی ہے جس کی تعبیر قرآن نے "البینات" سے کی ہے۔ امام مصر لیث بن سعد جن کے حالات کا تذکرہ کسی موقعہ پر گذر چکا ہے، ان کے حوالہ سے یحییٰ بن سعید القطان نے یہ کتنی پختہ بات نقل کی ہے یعنی لیث کہا کرتے تھے۔

| | |
|---|---|
| ما برح اُولوا الفتوی یفتون فیحل | فتویٰ دینے والے لوگ ہمیشہ سے فتویٰ دیتے |
| ھذا ویحرم ھذا فلا یریٰ المحرم | ہوتے اگرچہ کسی چیز کو حلال اور کسی چیز کو حرام |
| ان المحل ھلک لتحلیلہ ولا یری | ٹھیراتے چلے آرہے ہیں، لیکن ان فتویٰ دینے |
| المحل ان المحرم ھلک لتحریمہ | والوں میں سے کسی کو نہیں پایا گیا کہ حرام قرار |
| (جامع بیان العلم ص۱۵۹) | دینے والے یہ سمجھتے ہوں کہ حلال ٹھہرانے والے |
| | تباہ ہو گئے (یعنی دین سے خارج ہو کر نجات |
| | سے محروم ہو گئے) اسی طرح حلال ٹھہرانے والو |
| | نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ اسی مسئلہ کے متعلق حرمت کا |



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



فتوے دینے والے ہلاک و تباہ ہوگئے۔

اور سچ پوچھئے تو کتابوں میں اگرچہ اس قسم کے اختلافی نتائج پر بھی حلال و حرام کے الفاظ کا اطلاق کر دیا جاتا ہے لیکن یہ صرف خطرناک قسم کی غلطی ہی نہیں بلکہ میرے نزدیک تو بڑی جسارت ہوگی، اگر حرام و حلال کے الفاظ کا وہی مطلب یہاں بھی سمجھا جائے جو شریعت کے "بیناتی" حصہ میں حلال و حرام کے الفاظ کا مطلب ہوتا ہے، آخر اتنی بات تو قریباً ہر عامی مسلمان بھی جانتا ہوگا کہ جس چیز کو "البینات" کے نصوصِ صریحہ میں مثلاً حرام قرار دیا گیا ہے اس کی حرمت کا انکار کر کے جو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ دے گا، یا برعکس اس کے "بینات" میں جو چیزیں حلال ٹھہرائی گئی ہیں ان کو حرام قرار دینے والا دونوں کا اسلام سے کوئی تعلق باقی نہیں رہتا وہ گناہ کے نہیں بلکہ جرم بغاوت کے مجرم بن جاتے ہیں۔ اللہ اور اس کے رسول کے منکر کا جو انجام ہوگا وہی انجام اس قسم کے باغیوں کے سامنے بھی آئے گا۔

پھر کیا کسی حدیث کی بنیاد پر امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے اگر کسی چیز کے حلال ہونے کا فتویٰ دیا ہے، اور حنفی مذہب میں بجائے حلت کے اسی چیز کی حرمت کے پہلو کو ترجیح دی گئی ہو، کیا حلت و حرمت کے یہ اختلافات جو خبر آحاد کی حدیثوں پر مبنی ہیں، محض ان کی بنیاد پر مجال ہے کسی حنفی کی جو امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق اس کا بھی اندیشہ کر سکتا ہے کہ اس فتوے کی وجہ سے فضل و قرب کے مدارج و مراتب میں ان کے کسی قسم کی کوئی کمی ہوگئی ہے، یقیناً نہ کوئی حنفی یہ تصور کر سکتا ہے اور نہ کرتا ہے اسی طرح میں نہیں جانتا کہ باوجود ان تمام اختلافات کے حضرت امام ابوحنیفہ کے لئے رحمۃ اللہ علیہ یاد عا خیر کرنے سے کسی شافعی کے دل میں تنگی پیدا ہوتی ہو فقہی مسائل کے اختلافات کی کیا نوعیت ہے اور خود ائمۂ اجتہاد و فقہ سے ان اختلافات کے متعلق جو باتیں کتابوں میں ملتی ہیں میں نے کتاب "تدوین فقہ" میں سب سمیٹ کر ایک ہی جگہ پر جمع کر دیا ہے یہاں ان کے دہرانے کی ضرورت معلوم نہیں ہوتی معلومات کے تازہ کرنے کے لئے اس کا مشورہ ضرور کروں گا کہ ناظرین "تدوین فقہ" کے



© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com



اس حصہ کا اس موقعہ پر مطالعہ کرلیں ؎

میں ذکر مسلمانانِ ہند کی تاریخ کے اس حادثہ کا کر رہا تھا جس میں زوال حکومت کے بعد اچانک اس ملک کے مسلمان مبتلا ہوگئے تھے وہی حادثہ جس میں دیکھا گیا تھا کہ مسلمانوں کی عبادت گاہوں نے رزمگاہوں کا قالب اختیار کرلیا نماز کی صفیں نماز کی صفیں نہیں بلکہ باضابطہ جنگ کی صفیں بن گئی تھیں جو نماز نہیں پڑھتے تھے ان کو نہیں بلکہ نماز پڑھنے والوں کو نمازوں ہی کے پڑھنے والے اٹھا اٹھا کر زمین پر ٹپک رہے تھے۔ (باقی آئندہ)

---

؎ "تدوین فقہ" میں علاوہ ائمہ اربعہ دوسرے ائمہ اجتہاد کے اقوال بھی آپ کو ملیں گے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ کہنے والے یہ جو کہتے ہیں کہ ائمہ نے یا علماء نے اختلاف کیا بجائے اس کے یہ کہنا زیادہ بہتر ہوگا کہ علماء نے وسعتِ نظر سے کام لیا۔ امت کے لئے سہولت بہم پہنچائی ہے، امام احمد بن حنبل سے پوچھنے والے نے جب پوچھا اور کہا کہ کیا آپ ایسے شخص کے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں، جس کا وضو آپ کے فتویٰ کی رو سے باقی نہیں رہا ہے اگرچہ دوسرے ائمہ کے قول کے مطابق اس کا وضو نہ ٹوٹا ہو اور بعض جزئیات کا اس نے ذکر بھی کیا جواب میں فرمانے لگے کہ اے شخص تو کیا کہتا ہے میں سعید بن المسیب جو افضل التابعین سمجھے جاتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھوں گا کیونکہ اس مسئلہ میں سعید کا مذہب بھی یہی تھا کہ وضو نہیں ٹوٹتا، اسی میں میں نے یہ بھی نقل کیا ہے اور تقریباً یہ روایت حدِ شہرت تک پہونچی ہوئی ہے کہ امام مالک سے عباسی خلیفہ ابو جعفر منصور نے باصرار بلیغ کہا کہ آپ کے فقہی اجتہادات کو میں بزورِ شمشیر مسلمانوں میں جاری کرانا چاہتا ہوں کہ نافذ کرادوں اس پر امام مالک نے شدت سے اس کو منع کیا اور کہا کہ جس علاقہ کے مسلمان جن امور کے پابند ہوچکے ہیں ان کو اسی حال میں چھوڑ دو میں پوچھتا ہوں کہ امام مالک اگر ان مسائل کو جو ان کے اجتہادی مسائل سے مخالف تھے قطعی طور پر خلاف شرع سمجھتے تھے تو کوئی وجہ ہوسکتی تھی کہ جن کے نفاذ کا ایک بہترین ذریعہ ان کو مل گیا تھا اس سے نفع نہ اٹھاتے اور مسلمانوں کو غلط مسائل پر قائم رکھنے کا مشورہ دیتے؟ الغرض اسی قسم کی باتیں تقریباً تمام ائمہ کے حوالے سے اس کتاب میں نقل کی گئی ہیں کتاب "تدوین فقہ" جو ابھی غیر مطبوع نامکمل حال میں ہے اس کا یہ حصہ جس میں فقہی اختلافات کے اس پہلو کا ذکر آیا ہے مجلد تحقیقات علمیہ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن میں شائع ہوچکا ہے جامعہ کے تحقیقاتی شعبہ سے غالباً مل سکتا ہے نیز برہان وغیرہ شہری مجلات میں بھی قسط وار یہ سلسلہ شائع ہوچکا ہے۔ ۱۲

© rasailojaraid.com